ساحلِ سمندر پر۔۔

(Random Thoughts)

موج دوڑی آتی ہے
غم سُکون لاتی ہے
ساحلِ سمندر پر
تشنگی بڑھاتی ہے
دور وہ سمندر میں
پانیوں کے مندر میں
کوئی موج تو ہو گی
ہو گی ہر گھڑی تنہا
موج کے سمندر میں
ساز اُس کا ایسا ہے
دل ترنگ جیسا ہے
ساز جو دُہائی دے
وقت کو مٹا ہی دے
اِک سکوت کرکے جو
شور بن سنائی دے
ساز ڈوبنے کا ہے
دل کو لُوٹنے کا ہے
کانچ ٹوٹنے کا ہے
ساز دل کو لے ڈوبے
جو بھی سُننے آتے ہیں
مستیاں اُڑاتے ہیں
اور کچھ پرندے بھی
وسط میں سمندر کے
مستیاں مناتے ہیں

وسط میں سمندر کیا
مستیوں کا محور ہے؟
کون یہ پڑھائے گا؟
اِن سبھی پرندوں کو
کون یہ سکھائے گا؟
اُن کو یہ نہیں معلوم
ہم جہاں پہ اُڑتے ہیں
وہ مقام ایسا ہے
خواب کے وہ جیسا ہے
دُور ساحلوں والے
اُس کو دیکھ سکتے ہیں
اُس پہ اُڑ نہیں سکتے
اور ایسے خالی ہاتھ
ساحلِ سمندر سے
گھر کو مُڑ نہیں سکتے
جب کبھی پرندے وہ
دُور اڑان بھرتے ہیں
سب انہیں یوں تکتے ہیں
جیسے کوئی سکتے میں
بختِ بد کے تختے پہ
جھانکتا ہے قسمت کو
ناز اس پہ کرتا ہے
یوں اداس کرتے ہیں
جیسے وہ بہت تنہا
دم دکھوں کا بھرتے ہیں
ساحلِ سمندر پر
کتنے لوگ آتے ہیں
مستیاں اُڑاتے ہیں
ساحلِ سمندر کیا

مستیوں کا محور ہے
ساحلِ سمندر تو
طلسمی سا منظر ہے
خوف بھی ہے منظر میں
درد بھی ، خوشی بھی ہے
باطنِ فروتر میں
بے کلی غضب کی ہے
غم بھی ہے تمنا بھی
اک عجیب دنیا بھی
ساحلِ سمندر سے
چاند کیسا دِکھتا ہے
خوبرو بھی، روشن بھی
بادلوں میں ملتا ہے
ہاں اُداس کرتا ہے
پر خوشی بھی بھرتا ہے
کیا نہیں عجب یہ سب
خُوبرو اداسی سی
خواہشیں بھی باسی سی
لوگ کیوں سمندر پر
مستیاں اُڑاتے ہیں
جُھنڈ میں کیوں آتے ہیں
کیوں نہ میں اکیلا ہوں
رات ہو، سمندر ہو
ذہن بھی ہو خالی سا
کوئی حاشیہ نہ ہو
نہ خوشی نہ کوئی غم
بس فقط سمندر پر
میں ہوں اور موجیں ہوں
ساحلِ سمندر پر----